استشراقی ادب کے مطالعہ میں ڈاکٹر احمد حسن کا اسلوب (خصوصی مطالعہ)

ڈاکٹر یاسر عرفات اعوان☆

Abstract:

"Orientalism has contributed a lot in the field of Islamic sciences. Like other sciences Orientalists also contributed in the field of Islamic jurisprudence, its origin and early development. Professor Joseph Schacht's writings and conclusions fascinated the modern western mindset. Some aspects of his research findings are appreciable but on the whole He does not represent the facts and realities. Professor Schacht's book "origin of Muhammadan Jurisprudence" become the reference book in European Institutions and received great reception by the Western Intelligentsia. We can find the Schacht's effects on later literature produced by the Orientalism. Muslim Scholarship responded to the Orientalists. Dr. Muhammad Hamidullah, Dr. Mustafa Al-Sibai, Dr.Mustafa Al-aazmi, Dr. Ahmed Abdul hameed Ghorab, Dr. Zafar Ishaq Ansari and Dr. Ahmad Hasan (responded especially to Joseph Schacht's viewpoint) are Key contributors in this regard. In this article Contribution and Style of Dr. Ahmad Hasan is being discoursed."

Key words: Orientalism, Muslim Scholarship, Islamic Law, Literature, Western intelligentsia.

اسلامی علوم کی اساسی درجہ بندی میں فقہ اسلامی، قرآن مجید اور حدیث نبوی کے بعد آتا ہے۔ یہ علم اسلام کی قانونی جہت کا نمائندہ ہے اس کی وسعت و جامعیت اور ہمہ گیریت نے اسے اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ تاریخ علوم میں بھی نمایاں مقام دلوایا ہے۔ اسلام کے دیگر اساسی موضوعات کی طرح فقہ اسلامی کو بھی مستشرقین نے اپنی دل چسپی اور توجہ کا مرکز بنایا- انہوں نے اسلامی فقہ کی اساسیات، ماخذ و مصادر اور آغاز و ارتقاء کو اپنی تحقیقات کا خاص طور پر موضوع بنایا- علمائے استشراق کی علمی و تحقیقی کاوشوں سے اسلامی فقہ کا بہت سارا علمی ذخیرہ منصّۂ شہود پر آیا اسی طرح فقہ سے متعلّق مستشرقین کے تخلیق کردہ ادب کی ادب کی بدولت دنیا کی مختلف زبانوں میں قانون اسلامی متعارف ہوا لیکن مجموعی طور پر علمائے استشراق

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

نے اسلام کے قانونی پہلو کے بارے میں معروضی انداز بحث وتحقیق اختیار نہیں کیا جس کی بدولت مسلمان علمائے فقہ اور محققین نے فقہ اسلامی اور اس کی مبادیات کے بارے میں استشراقی تحقیقات پر عدم اعتماد کا اظہار کیا مستشرقین کے ماخوذ نتائج تحقیق نے علمائے اسلام کو اس بات پر ابھارا کہ وہ فقہ سے متعلّقہ تخلیق کردہ استشراقی ادب کا تنقیدی مطالعہ کر کے علمائے استشراق کی تسامحات کی نشاندہی کریں اور قانون اسلامی کی تشکیل وتدوین اور ارتقاء کی مبنی برحقیقت صورت سامنے لائیں۔

مسلمان محققین جنہوں نے قانونی میدان میں استشراقی تحقیقات کا اپنے تئیں محاکمہ کرنے کی مساعی کی ان میں نمایاں نام ڈاکٹر محمد حمید اللہ،(۱) ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی،(۲) ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی،(۳) ڈاکٹر احمد عبدالحمید غراب(۴) اور ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری(۵) ہیں۔ مذکورہ علمائے تحقیق نے نہ صرف استشراقی اُغلاط و تسامحات کی نشاندہی کر کے ان کا ازالہ کیا بلکہ ان کے اصول ومنہج تحقیق کے نقائص پر بھی مطلع کیا محققین کے اس طبقہ میں ڈاکٹر احمد حسن بھی شامل ہیں مقالہ ہذا میں مطالعہ استشراق میں ڈاکٹر احمد حسن کے اسلوب کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

ڈاکٹر احمد حسن کا علمی میدان اسلامی فقہ اور اس کے اصول ومبادیات ہے اس حوالہ سے ان کی متعدد تصنیفات اور تحقیقی مقالے چھپ چکے ہیں ان کی تحریر کردہ کتب میں سب سے اہم اور نمائندہ کتاب ''فقہ اسلامی کی ابتدائی تشکیل و ارتقاء'' (The Early Development of Islamic Jurisprudence) ہے۔ یہ کتاب دراصل پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لیے جامعہ کراچی میں جمع کروایا گیا مقالہ ہے، فاضل محقق اس کو تحریر کرنے کا سبب مستشرقین کے فقہ اسلامی کی ابتدائی تشکیل و ترتیب سے متعلّقہ (خاص طور پر پروفیسر جوزف شاخت) کے اخذ کردہ نتائج تحقیق کو قرار دیتے ہیں کہ جن کی بناء پر فاضل محقق نے اسلامی قانون کے تشکیلی دور کے مطالعہ کی ٹھانی ڈاکٹر احمد حسن نے ابتدائی دو صدیوں (ہجری) میں فقہ اسلامی کے تاریخی ارتقاء کا حاصل مطالعہ پیش کیا ہے اور اس کے لیے امام مالکؒ، امام ابو یوسفؒ، امام شیبانیؒ اور امام شافعیؒ کے دستیاب علمی کام سے استفادہ کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

> "The Present Dissertation is an Attempt at Showing the Historical Development of Islamic Jurisprudence in the First Two Centuries of the Hijrah. It is based mainly on the works of Malik, Abu Yusuf, Al-Shaybani, and Al- Shafi'i."(6)

ڈاکٹر احمد حسن نے فقہ اسلامی کی مبادیات اور تشکیل وارتقاء کے بارے میں استشراقی مؤقف، اشکالات واعتراضات کی تفصیلات اور پھر ان کے مفصّل جوابات پر قوت صرف کرنے کی بجائے قانون اسلامی کے تشکیلی دور کو منقح کر کے پیش کرنے کی مساعی کی اور ضروری مقامات پر مستشرقین کی آراء کا تذکرہ کیا وہ مستشرقین کی تسامحات کی نشاندہی کرتے ہیں اور ان کا مدلل رد کرتے ہیں۔ وہ حلقہ استشراق میں سے خاص طور پر جوزف شاخت (Joseph Schacht) کے نقطۂ نظر اور نتائج تحقیق ذکر کرتے ہیں اس

کی وجہ یہ ہے کہ شاخت اسلامی فقہ کے ابتدائی دور اور نشو وارتقاء پر حلقۂ استشراق میں سند کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے مابعد مستشرقین نے اس کی تحقیقات کو مسلمات کے طور پر تسلیم کیا پروفیسر جوزف شاخت نے ''فقہ اسلامی کا آغاز و ارتقاء'' نامی کتاب (The Origins of Muhammadan Jurisprudence) تصنیف کی ڈاکٹر احمد حسن کی تحریر کردہ کو پروفیسر شاخت کی تصنیف کا جواب تصور کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر احمد حسن نے اپنی تصنیف کو آٹھ ابواب میں تقسیم کیا جو مندرجہ ذیل اساسی مشتملات کے حامل ہیں۔ قانون کا اسلامی تصور، فقہ کی اصطلاح اور اس کے مترادفات کا جائزہ، فقہی مکاتب فکر کا آغاز، ماخذ ہائے اسلامی قانون، تصور نسخ، سنت (صدر اسلام میں اس کا تصور اور ارتقاء) اجتہاد کی ابتدائی صورتیں (رائے، قیاس اور استحسان) متقدمین مکاتب فقہ کا نظریہ اجماع، اسلامی قانون (اصول قانون) کے ارتقاء میں امام شافعیؒ کا حصہ ہے۔

ڈاکٹر احمد حسن نے دستیاب مصادر سے براہ راست استفادہ کیا جو حقائق تک رسائی کا ایک اہم پہلو ہے۔ سادہ اور آسان زبان کا استعمال کسی بھی تصنیف کی خصوصیات میں اضافہ کا باعث بنتا ہے اور یہ کتاب اس خوبی سے مزین ہے مستشرقین کے تخلیق کردہ ادب کی ایک اہم جہت اپنے قاری کو اصطلاحات کے گورکھ دھندے میں الجھا کر حقائق سے دور رکھنا ہے نئی سے نئی اصطلاحات کو وجود بخشنا اور ان کو مخصوص مبہم مفاہیم کا جامہ پہنانا حلقۂ استشراق کا خاصہ رہا ہے۔ ڈاکٹر احمد حسن کی تصنیف ایسی اصطلاحات کی حامل نہیں ہے کہ جو کسی بھی معاملہ کی کنہ تک رسائی میں رکاوٹ بنے۔

عمدہ ترتیب اور اپنی جامعیت کے اعتبار سے یہ کتاب اپنے میدان کی نمائندہ کتاب کہلانے کی مستحق ہے۔ مستشرقین کے اعتراضات کی نوعیت اور ان کے دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے کہیں مختصر طور پر اعتراض یا شبہ کو رفع کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور کہیں قدرے تفصیل کے ساتھ۔ ڈاکٹر احمد حسن اسلامی قانون کی الہامی بنیاد کو اجاگر کرتے ہیں۔ پروفیسر شاخت اور کولسن کی تحریروں اور نتائج تحقیق نے ڈاکٹر احمد حسن کو اس پر ابھارا کہ صدر اسلام میں اسلامی فقہ کی تشکیل و تدوین کی حقیقی صورت منظر عام پر لائی جائے وہ مستشرقین کی طرح فلسفیانہ انداز و اسلوب اختیار کرنے کی بجائے سادہ، آسان، اور عام فہم انداز اختیار کرتے ہیں۔

ڈاکٹر احمد حسن مستشرقین کی ایسی آراء اور نتائج کو بھی جو حقیقت کی ترجمانی کرتے دکھائی دیتے ہیں اپنی کتاب میں جگہ دیتے ہیں۔ وہ استشراق اور مستشرقین کے مقاصد و اہداف کی نشاندہی کرتے بھی دکھائی دیتے ہیں حقیقت پسندانہ رویہ ڈاکٹر احمد حسن کی تصنیف کا نمایاں پہلو ہے۔ پروفیسر جوزف شاخت فقہی احکام خمسہ (واجب مندوب، حرام، مکروہ اور مباح) کے تصور کو رواقیت سے ماخوذ قرار دیتے ہیں۔[۷]
ڈاکٹر احمد حسن لکھتے ہیں:

"This may be true. It should be noted, however, that the existance of counteropart in a Foreign Culture does not indicate its Foreign Provenance unless the ideational influence from without positively proved."(8)

ڈاکٹر احمد حسن کے بقول پروفیسر شاخت کی رائے اصابت کی حامل ہوسکتی ہے لیکن توجہ طلب امر یہ ہے کہ کسی دوسری (بیرونی) تہذیب وثقافت میں کسی اصول یا اصطلاح کا پایا جانا اِس بات کے اثبات کے لیے کافی نہیں ہے کہ یہ مستعار وماخوذ یا کسی بیرونی عنصر کے زیر اثر پروان چڑھنے والے اصول یا اصطلاحات ہیں بلکہ اِس کے لیے ضروری ہوگا کہ ٹھوس شواہد ودلائل سے اثرات ثابت کیے جائیں۔

قانون کے اسلامی تصور اور اسلامی قانون کے مبنی پر نصوص ہونے کی وضاحت کے بعد ڈاکٹر احمد حسن فقہ کے فن کی ارتقائی منازل پر روشنی ڈالتے ہیں ان کے بقول فقہ اسلامی نے مستقل اور منظّم علم کی صورت تابعین کے ہاتھوں پائی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"By this we mean that the Islamic law was not systematised during the time of the Prophet and the Companions. Since the Sucessors' time it began to take its formal shape and to develop into a body and independent subject of study."(9)

اس کے بعد اسلامی قانون کے ارتقاء کے بارے میں مستشرقین کے نتائج تحقیق ذکر کرتے ہیں کہ جن کے بقول اسلامی قانون کی تشکیل میں مرکزی کردار اموی دور کے عام رواج اور انتظامی اعمال وافعال کا ہی ہے ڈاکٹر احمد حسن اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علمائے استشراق اس حقیقت کو فراموش کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ مسلمان قرآن، رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ اور صحابہ کرام کے معیاری عمل کے حامل تھے اور جن امور میں انہیں قرآن وسنت سے براہ راست رہنمائی نہ ملتی تو وہ اجتہاد سے کام لیتے اور ان کا یہ عمل قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف نہ تھا وہ لکھتے ہیں:

"The Orientalists ignore the fact that the Muslims had the Quran and the precedents left by the Prophet and the companions. Where there was no precedent or clear instructions, they exercised their personal opinion. But this too was not against spirit of the teachings of the Quran and the Sunnah of the Prophet."(10)

اسی طرح ڈاکٹر احمد حسن لکھتے ہیں کہ مسلمان معاشرہ کے پاس موجود مذکورہ قانونی مواد پر عمل کیا گیا اور وہ باقاعدہ طور پر منظّم قانون کا حصہ بنا اور یوں بلاشبہ بعض عادات ورسوم اور انتظامی اعمال نے قانون میں جگہ پائی لیکن یہ اسلام کے بنیادی اصولوں سے انحراف پر مبنی نہ تھے ڈاکٹر احمد اس مؤقف کی

قطعی نفی کرتے ہیں اور اسے حقیقت سے کوسوں دور قرار دیتے ہیں کہ اسلامی قانون کی تشکیل میں خالصتاً اموی دور کے انتظامی اعمال کا کردار ہے اور قرآن وسنت کی اس میں اثر پذیری نہیں ہے وہ لکھتے ہیں:

"All this raw material practised and produced by the early Muslims, developed into a systematic Law. certain popular Customs no doubt permeated the Law,. But these did not deviate from the fundamental Principles of Islam."(11)

اسی طرح ڈاکٹر احمد حسن لکھتے ہیں کہ:

"The view that the law of Islam is purely based on the popular practice of the Ummayads, and does not take its thread from the Quran and the Sunnah of the Prophet is Contrary to facts and Untenable"(12)

ڈاکٹر احمد حسن کے بقول مستشرقین کی یہ رائے کہ اسلامی قانون اپنی اصلیت میں قرآن وسنت سے ماخوذ مواد اور تاثیر سے محروم ہے مبنی برحقیقت نہیں ہے۔

فقہ اسلامی کا اولین مصدر اور علمائے استشراق

علمائے استشراق میں نویل جے کولسن (N.J. Coulson) ان چنیدہ افراد میں شامل ہیں جو اسلامی فقہ کے متخصصین شمار ہوتے ہیں فقہ اسلامی کے مصدر اول قرآن مجید پر تبصرہ کرتے ہوئے کولسن نے لکھا ہے:

"The Primary Purpose of the Quran is to regulate not the relationsip of Man with his fellows but his relationship with his Creator."(13)

پروفیسر کولسن کے بقول قرآن مجید کا بنیادی مقصد انسان کا رشتہ انسانوں کے ساتھ استوار کرنا نہیں ہے بلکہ اپنے خالق کے ساتھ ان کا رشتہ قائم کرنا ہے فاضل مستشرق کا یہ قول استشراقی حلقوں میں آسمانی وحی کے بارے میں پائے جانے والے اس رجحان کا غماض ہے کہ آسمانی وحی کا انسانوں کی اجتماعی زندگی، روزمرہ کے معاملات، قانون اور انتظام وانصرام سے کوئی تعلق نہیں ہے قرآن عظیم کے بارے میں مذکورہ رائے سے کولسن درحقیقت اسلامی قانون کی اساسیات پر ضرب لگانا چاہتا ہے اس کی اس رائے سے روایتی استشراقی فکر کے نقطۂ نظر کا تاثر ابھر کر سامنے آتا ہے کہ قرآن مجید اسلامی قانون کی اصل نہیں ہے۔ ڈاکٹر احمد حسن کولسن کی رائے کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"The primary purpose of the Quran is to laydown a way of life which regulates the relationship of man with man and his relation ship with God. The Quran gives direction for man's social life as well as for his communion with his creator. The

law of inheritance, ruling for marriage and divorce, provisions for war and peace, punishment for theft, adultory, momicide, are all meant for regulating the ties of man with fellow beings."(14)

ڈاکٹر احمد حسن قرآن مجید کے بنیادی مقصد کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انسانی زندگی کے لیے ایسے اصول اور ہدایات پیش کرنا قرآن کا بنیادی مقصد ہے کہ جن سے انسان خالق ومخلوق دونوں کے ساتھ اپنا رشتہ استوار کر سکے قرآن مجید انسان کی اجتماعی زندگی اور اپنے خالق سے تعلّق استوار کے لیے ہدایت دیتا ہے۔

قرآن میں میراث کے احکام ازدواجی زندگی سے جڑے قوانین، جنگ وصلح سے متعلّقہ ہدایات چوری اور قتل کے بارے میں سزاؤں کا ذکر ہے ان کا مقصد انسان کا دیگر انسانوں کے ساتھ تعلّقات کو خوشگوار رکھنا ہے۔

قرآن مجید کے فقہ اسلامی کا مصدر اول ہونے کے حوالے سے پروفیسر جوزف شاخت نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ چند نہایت ابتدائی احکام کو چھوڑ کر قرآن مجید سے اخذ کردہ اصول ومعیار تقریباً بلاتغیّر اسلامی فقہ میں ثانوی درجہ پر داخل کیے گئے اپنے اس دعویٰ کے حق میں وہ طلاق سے متعلّق بعض قوانین، یہ اصول کہ میدان جنگ میں مقتول کا سامان مارنے والے کو ملے گا، دشمن کے علاقہ کو تباہ نہ کرنے کا حکم، شاہد مع الیمین کا اصول اور نابالغوں کی شہادت کے اصول پیش کرتے ہیں ڈاکٹر احمد حسن ذکر کرتے ہیں:

"In his work, The origins of muhammadan jurisprudence, prof. Joseph Schacht holds that apart from the most elementary rules, norms derived from the koran were introduced into muhammadan law almost invariably at a secondary stage."(15)

ڈاکٹر احمد حسن پروفیسر شاخت کے اس مؤقف کو اصابت سے محروم قرار دیتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

"From the difference of opinion among the early jurists in the aforesaid cases, he draws the conclusion that these people argued on the basis of their personal judgments, which they Sought to justify through the Quran. This, however, appears to be incorrect, As it stands. Prof schacht, of course admits that the clear rules provided in the Quran. For example, Those of inheritance, evidence, Punishment, Etc. Were from the very beginning operative, and, in fact, formed the nucleus of the shariah. What causes him to reach his conclusions about the secondary introduction of the Quranic norms is

that, in cases where the Quran did not provide any explicit guidance then muslims formed their own opinion. However, this considered opinion was never expected to be opposed to of independant of the spirit of the Quran and if someone at a later stage, Thought of a verse which could have possible relevence to this Question, He quoted the verse. But this certainly does not show that the Quran was introduced at a secondary stage."(16)

مذکورہ مسائل میں فقہاء کے اختلاف سے پروفیسر شاخت نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ انہوں نے اولاً اپنی رائے سے یہ اصول بنائے اور پھر بعد میں ان کو ثابت کرنے کے لیے آیات قرآنیہ سے تائید حاصل کی ڈاکٹر احمد حسن لکھتے ہیں کہ جوزف شاخت کی رائے صحیح نہیں ہے یہ بات شاخت خود تسلیم کرتے ہیں کہ میراث، شہادت اور حدود سے متعلّقہ قرآن سے ماخوذ احکام اسلام کے آغاز سے ہی قانون کا حصہ رہے ہیں یہ شریعت کے بنیادی احکام میں شامل ہیں ایسے مسائل جن سے متعلّق قرآن مجید نے صراحت سے احکام وقوانین نہیں بتلائے، فقہا نے ان کو رائے اور قیاس کے ذریعہ حل کیا اس سے فاضل مستشرق نے یہ نتیجہ اخذ کرلیا کہ قرآن سے اخذ کردہ اصولوں کو قانون میں قانونی درجہ حاصل ہے اور رائے اول درجہ پر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خود رائے سے مستنبط احکام بھی قرآن کی روح اور اس کے منشا کے خلاف نہیں ہیں، اگرچہ اس کی تائید میں بعد میں کوئی قرآنی آیت سمجھ میں آئی ہو اور اس حکم کو قرآن مجید کی اس آیت سے ماخوذ سمجھا گیا ہو اس سے یہ بات کہاں نکلتی ہے کہ قرآن سے اخذ کردہ اصول فقہ میں ثانوی حیثیت کے حامل ہیں۔

فقہ وقانون کا دوسرا مصدر اور حلقۂ استشراق

ڈاکٹر احمد حسن نے فقہ اسلامی کے دوسرے مصدر سنت اور صدر اسلام میں اس کے تصور وارتقاء پر اپنی کتاب میں جامع اور سیر حاصل تحریر شامل کی ہے سنت کے لفظ کی لغوی وضاحت اور سنت وحدیث کے باہمی فرق کی نشاندہی کرنے کے بعد سنت کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"When this term is used in Islamic law and doctrine, it refers to the normative practice setup by the Prophet as a model, Which so long as he was alive, was his unique privilege. In the succeeding generations it stood for the usage of the early Muslims as representing the Sunnah of the Prophet."(17)

ڈاکٹر احمد حسن کے بقول سنت کی اصطلاح جب اسلامی اصول وقوانین میں استعمال ہو تو اس سے مراد وہ معیاری طرزِ عمل اور مثالی طریق کار ہوتا ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے بطور نمونہ مقرر کیا اور جو آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں بلاشرکت غیر آپ ﷺ کے طرزِ عمل کے ساتھ مخصوص تھا۔ مابعد کی نسلوں میں

یہ لفظ ابتدائی دور کے مسلمانوں کے اس تعامُل کے لیے بھی بولا جانے لگا جو سنت رسولِ اکرم ﷺ کی ترجمانی کرتا تھا۔

سنت کے بارے میں مستشرقین کی آراء

۱۔ اسلام میں رسولِ اکرم ﷺ کی سنت دراصل عربوں کی اسلام سے قبل اس سنت کا دوسرا نام تھا جس میں قرآن مجید نے کچھ ترمیم کر دی تھی۔

۲۔ بعض مغربی مصنّفین کے مطابق ''سنتِ نبوی'' کا تصور ابتدائی دور کا نہیں بلکہ بعد کی پیداوار ہے کیونکہ ابتدائی دور کے مسلمانوں کے نزدیک سنت کا مطلب صرف مسلمانوں کا اپنا رواج اور تعامل تھا۔

۳۔ پروفیسر جوزف شاخت کو سنت کی اصطلاح ابتدائی دور کے ادب میں کم استعمال ہوتی دکھائی دی ان کے بقول ابن ہشام کی سیرت النبی ﷺ میں یہ اصطلاح صرف ایک جگہ نظر آئی اور اس کے بارے میں بھی ان کی رائے ہے کہ یہ مختلف مفہوم میں استعمال ہوئی ہے۔

۴۔ جوزف شاخت نے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ شروع میں سنت کی اصطلاح کا استعمال اپنے سیاق وسباق میں آں فقہی وقانونی سے زیادہ سیاسی مفہوم میں تھا اور اس کا اطلاق خلفاء کی حکمت عملی اور انصرام مملکت پر ہوتا تھا وہ اس کا آغاز ابوبکرؓ اور عمرؓ کی سنت سے کرتے ہیں ان کے خیال میں ''سنت رسول'' کا تصور ان واقعات سے پیدا ہو جو تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ کی شہادت پر منتج ہوئے۔ اور جو اس الزام کی بناء پر شہید کیے گئے کہ وہ اپنے پیش روؤں کے طرز عمل (سنت) سے منحرف ہو گئے تھے۔

۵۔ پروفیسر شاخت کے مطابق ''سنت رسول'' کی اصطلاح سب سے پہلے خارجی رہنما عبداللہ بن عباد نے عبدالملک (خلیفہ) کے نام اپنے تحریر کردہ مکتوب میں استعمال کی تھی فاضل مستشرق کے بقول مذہبی مفہوم میں بھی یہ اصطلاح سب سے پہلے خلیفہ عبدالملک کے نام حسن بصریؒ کے مکتوب میں استعمال ہوئی تھی اسی طرح وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اس اصطلاح کا ابتدائی استعمال فقہاء عراق نے پہلی صدی ہجری کے اواخر میں کیا تھا۔ (۱۸)

مستشرقین کے مذکورہ شبہات واعتراضات کا مقصد واضح طور پر یہ دکھائی دیتا ہے کہ سنت کی مختلف تعبیرات وتوضیحات سے وہ یہ ثابت کرنے پر تلے ہیں کہ ابتدائی درجہ میں سنتِ رسول ﷺ فقہ اسلامی کا ماخذ نہیں تھی اور ایک عرصہ بعد اسے ماخذ قانون بنایا گیا۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے ڈاکٹر احمد حسن لکھتے ہیں:

> ".....The concept 'Sunnah of the Prophet' in Islam, ..., owes its origin to the advent of the Prophet. The Quran time and again makes obedience to the prophet obligatory on the

> Muslims and speaks of his behaviour as 'ideal'. The Muslim's therefore, from the very beginning accepted his conduct as model for them on the basis of the teachings of the Quran. They did not take it as an institution prevalent among the arab tribes in the pre-Islamic days. The Quran has used the word "Uswah" for the 'exemplary conduct' of the Prophet. As a concept, therefore, it has no relation to the Sunnah of the Arab tribes."(19)

ڈاکٹر احمد حسن کے بقول اسلام میں سنت رسول ﷺ کا تصور بعثت نبوی کے ساتھ آیا قرآن مجید بار بار مسلمانوں پر اطاعت رسول کو فرض قرار دیتا ہے اور آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے طریقۂ عمل کو مثالی قرار دیتا ہے لہٰذا مسلمانوں نے ابتداء ہی سے تعلیمات قرآنیہ کی بناء پر رسول اکرم ﷺ کے عمل کو اپنے لیے نمونہ قرار دیا سنت اُن کے نزدیک کوئی ایسا رواج اور طرزِ عمل نہیں تھا جو ماقبل اسلام ہی عرب قبائل میں رائج رہا ہو۔ رسول اکرم ﷺ کے مثالی طرزِ عمل کے لیے قرآن مجید نے ''اسوہ'' کا لفظ استعمال کیا ہے لہٰذا تصور کے اعتبار سے اس کا عرب قبائل کی سنت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

ڈاکٹر احمد حسن مزید لکھتے ہیں:

> "No doubt, most of the customs in pre-Islamic arabia remained in the post-Islamic era after the Prophet had performed some and introduced other afresh. But by this very reason even the pre-Islamic customs retained in Islam bear the hall-mark of the prophetic sanction. Thus, they ceased to be mere customs of pre-Islamic days."(20)

ڈاکٹر صاحب کے بقول بلاشبہ جاہلی دور کے بہت سے طریقے اسلامی دور میں باقی رہ گئے ان میں سے بعض میں رسول اکرم ﷺ نے جزوی ترمیم فرمادی اور بعض کو آپ نے کلّیتہً بدل دیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ مجموعی طور پر ان تمام طریقوں کو نبی اکرم ﷺ کی منظوری حاصل تھی اس اعتبار سے ان کی صرف دور جاہلیت کے رائج طریقوں والی حیثیت ختم ہوگئی پس حقیقت یہی ہے کہ سنت رسول ابتداء ہی سے موجود تھی اور اس کی حیثیت اصول اور معیار کی تھی۔

ڈاکٹر احمد حسن پروفیسر شاخت کے اس غیر معروضی نقطۂ نظر کی تصحیح کرتے ہیں کہ شروع کے اسلامی ادب میں سنت کی اصطلاح بہت کم استعمال ہوئی ہے شاخت کے بقول سنت کی اصطلاح ابنِ ہشام کی کتاب سیرۃ النبی میں صرف ایک جگہ استعمال ہوئی ہے اور وہ بھی ایک مختلف مفہوم میں حالانکہ ابنِ ہشام کی کتاب میں حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اکرم ﷺ کے خطبہ کا ذکر موجود ہے جس میں واضح طور پر کتاب اللہ اور سنتِ رسول کا تذکرہ کیا گیا ہے ڈاکٹر احمد حسن سنت رسول ﷺ کی اصطلاح کے استعمال کی چند امثلہ بھی ذکر کرتے ہیں دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروقؓ نے کچھ صحابہ کو مختلف مقامات پر لوگوں کو

دین اور سنتِ رسول ﷺ کی تعلیم کے لیے روانہ کیا تھا۔ اسی طرح عبدالملک بن مروان کے نام حسن بصریؒ کے مکتوب میں بھی ''سنت رسول'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں سنت رسول کی اصطلاح امام شافعیؒ سے قبل ابتدائی دور کے فقہی ادب میں بھی استعمال ہوئی ہے۔ (۲۱)

پروفیسر شاخت نے سنت کے سیاسی مفہوم میں مستعمل ہونے، سنت رسول کی اصطلاح کے پہلی بار خارجی رہنما کے استعمال اور اسی طرح اس اصطلاح کے اسلامی قانون میں پہلی بار عراقی فقہاء کے استعمال کرنے کے موقف کے لیے کوئی ٹھوس دلائل ذکر نہیں کیے ڈاکٹر احمد حسن لکھتے ہیں:

> "Prof. Schacht, in fact bases his thesis on mere conjectures, and perhaps purposely ignores the testimony of the Quran to the necessity of this concept. Also, positive evidence is requires to show that the term had only a political connotation and that its concept appeard in connection with the assasination of uthman."(22)

پروفیسر جوزف شاخت کے پاس اپنے دعویٰ کے حق میں ٹھوس دلیل موجود نہیں وہ اپنے دعویٰ کی بنیاد محض ظن وتخمین پر رکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں وہ قرآن مجید کی شہادت کو غالباً دانستہ طور پر نظر انداز کر دیتے ہیں اسی طرح یہ ثابت کرنے کے لیے مثبت شہادت درکار ہے کہ یہ اصطلاح سیاسی مفہوم رکھتی تھی اور اس کا تعلق حضرت عثمانؓ کی شہادت تھا۔ پروفیسر کولسن اور پروفیسر جوزف شاخت (ڈاکٹر احمد حسن نے ان کو خاص طور پر مدنظر رکھا) قرآن مجید کی مقصدیت کی تعیین اور قرآن کے اسلامی فقہ کی بنیاد و اساس ہونے سے انحراف کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے اس نقطۂ نظر نے حلقۂ استشراق کے ایک بڑے طبقہ کو متاثر کیا۔

اجماع اور مستشرقین

ماخذ ہائے فقہ اسلامی میں اجماع (Consensus) بھی شامل ہے۔ مستشرقین نے قانون کے اس ماخذ کو رومی قانون (Roman Law) سے ماخوذ قرار دیا ہے ڈاکٹر احمد حسن پروفیسر جوزف شاخت کا نقطۂ نظر ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "Prof. Schacht maintains that the concept of the consensus of the scholars corresponds to the opinion prudentium, (i.e the opinions of the wise) or Roman law the authority of which was stated by the emperor severus (193-211 A.D.). He quotes GoldZiher as having suggested that this is an influence of Roman law on Muhammadan law."(23)

پروفیسر شاخت کا نقطۂ نظر ہے کہ اسلام میں اجماع کا تصور قانون روما سے ماخوذ ہے اور اس

کی نظیر وہاں حکماء کی رائے (Opiniono prudentium) ہے رومی شاہ سیویرس نے حکماء کی جماعت کو اجماع کے اختیارات دیے ہوئے تھے جوزف شاخت معروف مستشرق گولڈزہیر کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ یہ اس بات کی شہادت ہے کہ اسلامی قانون پر قانون روما کے اثرات ہیں۔

ڈاکٹر احمد حسن علمائے استشراق سے بالکل اتفاق نہیں کرتے۔ مستشرقین کا سارا زور چونکہ اسلام کو دوسرے ادیان و مذاہب اور تہذیبوں نے مستعار و ماخوذ ثابت کرنے پر لگ رہا ہوتا ہے اس لیے وہ اسلام کے جزئیات اور متعلّقات اسلام کو بھی ماخوذ ثابت کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ اسلامی اصولوں کی نظیر کا کسی مذہب یا تہذیب میں پایا جانا مستشرقین کے ہاں اس بات کی دلیل کے لیے کافی ہے کہ اسلام کا وہ اصول اس مذہب یا تہذیب سے متاثر ہے۔

ڈاکٹر احمد حسن پروفیسر شاخت کے اعتراض کو رفع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ اسلام میں پاپائیت (جیسی) کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ اسلام میں امت مسلمہ اور نہ ہی کسی معلوم شخصیت نے علماء کی جماعت کو وہ اختیار سپرد کیے جو شاہ روم نے اپنے ملک کے حکماء وفقہا کی جماعت کو دیئے تھے۔

۲۔ ہر مسلمان جو اجتہاد وغور وفکر کی صلاحیت کا حامل ہے وہ ہر اس مسئلے میں جو آئمہ مجتہدین اور فقہائے کرام کی رائے پر مبنی ہے دوبارہ غور کر سکتا ہے اور اسے ان سے اختلاف کا حق ہے۔ حالانکہ یہ آزادی رومی قانون میں نہیں پائی جاتی۔

۳۔ اسلام میں اجتہاد کو بدلتے حالات کے پیش نظر بدلا جا سکتا ہے۔ اور اس کا تعلّق کسی جماعت سے نہیں ہے جس کو روما کی حکماء کی جماعت سے تشبیہ دی جا سکے ڈاکٹر احمد حسن نے لکھا ہے:

> "In Islam, neither the community nor any other known authority has ever vested scholars with such authority as was vested by the Emperor in the "opinions of the wise" in other words, there in no hierarchy in Islam. secondly, every Muslim who possesses the ability of interpreting law has the right to rethink and reinterpret law. Besides, one can challenge the decisions taken by the learned, If one thinks that they are not in consonance with the teaching of Islam. This sort of liberty for interpreting law and for criticizing the consensus of the scholars, which is available in Islam, is not found in Roman law.... Thus, Ijma, in Islam, is an on- going process and a continuous activity, and changes with the changing circumstances. In any case there is and there has been no locatable body in islam whose opinions can be claimed as

opinio prudentium simply because Islam has setup no such institution."(24)

ڈاکٹر احمد حسن نے اسلامی قانون میں اجماع کی اہمیت، اُس کی ارتقائی منازل، وسعت اور اُس کی حدود وشرائط کا جامع تعارف کروایا ہے۔ ڈاکٹر احمد نے مستشرقین کی حقیقت سے لگا کھاتی بعض آراء کو اپنی کتاب میں شامل کیا ہے اجماع کے بعض اہم پہلوں کے بارے میں معروف مستشرق اسنوک ہرگرونجے (Snouck Gronje) کے الفاظ میں بحث کو سمیٹا ہے ہرگرونجے لکھتا ہے۔

"The consensus gurantes the authenticity and correct interpretation of the Quran, the faithful tranasmission of the Sunnah of the Prophet, the legtimate use of analogy and its results; it covers, in short, every detail of the law, including the recognized differecnes of the several scholars."(25)

قیاس اور مستشرقین

ڈاکٹر احمد حسن کی تصنیف کا چھٹا باب اجتہاد کی ابتدائی جہتوں (رائے، قیاس، اور استحسان) پر محیط ہے۔ پروفیسر جوزف شاخت فقہ اسلامی کے اصول قیاس کو یہودیت سے ماخوذ سمجھتے ہیں۔ ڈاکٹر احمد لکھتے ہیں:

"Prof schacht believes that Qiyas has been derived from the exegetical term hiqqish, inf. heqqesh, from the Aramic root nqsh, meaning, 'to beat together."further, he remarks that this is used" (a) of the juxtposition of two subjects in the Bible showing that they are to be treated in the same manner, (b) of the activity of the interpreter who makes the comparison by the text; (c) of a conclusion by analogy, based on the occurrence of an essential common feature in the original and in the parallel case."(26)

پروفیسر شاخت قیاس کو یہودیت کے دینی ادب کی اصطلاح (Heqqesh) سے مستعار سمجھتے ہیں اور اس اصطلاح کی اصل آرامی بتاتے ہیں جس کا مفہوم دو چیزوں کو باہم اکٹھا کر دینا ہے۔ اصطلاح کے دیگر استعمالات ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ (۱) بائبل میں دو موضوعات کو ایک دوسرے کے مقابل رکھنا اس بات کے لیے اظہار کے لیے کہ ان دونوں کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کیا جائے۔ (۲) مفسّر اور شارح کی اس سرگرمی کے لیے بھی اصطلاح مستعمل ہے جو متن سے موازنہ کرتا ہے۔ (۳) نتیجہ قیاس کے لیے بھی مستعمل ہے جو اصل اور فرع میں باہمی مشترک امر کی بنیاد پر اخذ کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر احمد حسن پروفیسر شاخت کی تسامحات کی تصحیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پہلی بات تو یہ ہے

کہ فقہی اداروں اور مبادیات ماخذ ہائے فقہ کی اصلیت تک رسائی حاصل کرنے میں علم لسانیات بہرحال محدود دائرہ کا حامل ہے اگر کوئی مختلف زبانوں اور تہذیبوں میں موجود اصطلاحات اور اداروں کی کنہ کو پانے کے لیے گہرا اور وسیع مطالعہ کرتا ہے تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ ایک زبان یا تہذیب میں موجود اصطلاحات اور اداروں سے مشابہت رکھنے والی اصطلاحات اور ادارے دوسری زبان اور تہذیب میں بھی موجود ہوں لیکن اس سے یہ بات کہیں ثابت نہیں ہوتی کہ ایک نے دوسرے سے اصطلاحات وادارے اخذ کیے یا مستعار لیے ہیں مذکورہ معاملے میں لسانیاتی شہادت بالکل غیر ثابت کن ہے۔ پروفیسر شاخت کے پاس کوئی ٹھوس دلیل موجود نہیں ہے کہ جس کی بناء پر قیاس کو عبرانی لفظ سے ماخوذ مانا جائے۔

دوسرا یہ کہ اگر سماجی اعتبار سے دیکھا جائے تو ہر طبقہ اپنی ضرورت و حاجت کے تحت بعض اصول اور ادارے تعمیر کرتا ہے یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ یہ کسی بیرونی تہذیب سے مستعار لیے گئے ہیں اس لیے درست رویہ یہ ہوگا کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ بہت سارے اصول وادارے مخصوص سماجی پس منظر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیاس کا نظریہ بھی یقیناً سماجی ضرورت کے تحت وجود میں آیا اگرچہ بعد میں اس نے نظریاتی اساس بھی حاصل کر لی[۲۷] اسلامی قانون کے اصول اربعہ کے بارے میں استشراقی آراء اور نتائج تحقیق کے جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ان اصولوں کی الہامی واسلامی اساس تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے اِس لیے وہ اِن اصولوں کو دیگر تہذیبوں اور نظام ہائے قانون سے مستعار وماخوذ ثابت کرنے پر تلے ہیں اور اِس سے ان کے مقصد کی تعیین مشکل نہیں ہے۔

استشراقی منہج تحقیق پر نقد

ڈاکٹر احمد حسن اپنی کتاب میں مستشرقین کے منہج تحقیق پر نقد کرتے بھی دکھائی دیتے ہیں پروفیسر جوزف شاخت ابراہیم نخعیؒ سے قبل کوفہ میں فقہ وقانون کے ارتقاء کو محض دیومالائی فقہ قرار دیتا ہے اس کے مطابق کوفہ میں فقہ وقانون کا آغاز ابراہیم نخعیؒ سے ہوا اسی طرح وہ عبداللہ بن مسعودؓ اور شریحؒ سے جڑی وہ روایات جو قانونی امور سے تعلق رکھتی ہیں، من گھڑت قرار دیتا ہے پروفیسر شاخت حسن بصریؒ کو فقیہ حتی کہ محدث بھی تسلیم نہیں کرتا۔ مدینہ میں موجود سیدنا عمرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کو فاضل مستشرق مدینہ کے فقہاء میں شمار نہیں کرتا۔

ڈاکٹر احمد حسن لکھتے ہیں کہ بلاشبہ یہ بات قابل تسلیم ہے کہ ابتدائی دور کے ان علماء وفقہاء کے بارے میں اس دور کے دستیاب متون میں کافی معلومات موجود نہیں ہیں لیکن بہرحال پھر بھی دستیاب فقہی ادب ان حضرات اور ان کے قانونی وفقہی پس منظر پر خاطر خواہ روشنی ڈالتا ہے۔ اس کے بعد مستشرقین کی عادت اور رویہ کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"To prove every statement and report ascribed to them as spurious and ficticitious has become Among the Orientalists."(28)

ڈاکٹر احمد حسن مستشرقین کے مجموعی رویہ کا تذکرہ کر رہے ہیں کہ ابتدائی دور کے آئمہ وفقہاء سے جڑی ہر روایت کو من گھڑت اور جعلی قرار دینا علمائے استشراق کی عادت سی بن گئی ہے۔ بلاشبہ ہم ابتدائی دور کے علماء کو ان کے علمی کام کی روشنی میں پرکھ سکتے ہیں جو بدقسمتی سے ہم تک پہنچا نہیں ہے لیکن اس موضوع پر دستیاب معلومات کامل نہ ہونا یہ تو ثابت نہیں کرتا کہ وہ بس صرف دیومالائی حیثیت کے مالک تھے۔ ہم ان کی سوانح کے ذریعہ ان کے بارے میں کسی حد تک معلومات حاصل کر سکتے ہیں حسن بصریؒ کے بارے میں ابن حزمؒ لکھتے ہیں کہ فقہ وقانون سے متعلّقہ ان کی آراء کو سات جلدوں میں محفوظ کیا گیا پروفیسر شاخت کے بقول جب حسن بصریؒ فقیہہ نہیں تھے تو یہ قانونی فیصلوں پر ان کی آراء کے مجموعے کیسے جمع ہو گئے۔

مستشرقین کے منہج تحقیق سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حقائق تک رسائی اور انہیں منصۂ شہود پر لانا ان کا مقصد نہیں ہے وہ پہلے سے طے شدہ نتائج کی روشنی میں اپنی تحقیقی کا آغاز کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ٹھوس شواہد کی موجودگی کے باوجود ان کا تذکرہ تک نہیں کرتے۔ اپنے مفروضات کو مسلمات ثابت کرنے پر اپنی تمام توانائیاں صرف کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ اسلام اور متعلّقات اسلام کے بارے میں شبہات کو فروغ دیتے ہیں ڈاکٹر احمد حسن نے فقہ وقانون اسلامی کے تشکیلی دور کی واضح تصویر پیش کر کے معترضین کے اعتراضات وشبہات کو رفع کر دیا اسی وجہ سے اُن کی تصنیف کو علمی حلقوں میں پذیرائی ملی عمدہ ترتیب، محقق کی وسعت مطالعہ اور معروضی اندازِ تحقیق کی بدولت کتاب نے محققین کی خصوصی توجہ حاصل کی۔ راقم کے نزدیک مطالعہ استشراق میں ڈاکٹر احمد حسن کا اسلوب مسلمان محققین کے لیے رہنمائی کی متعدد جہات کا حامل ہے مستشرقین کی تحقیقات اور ان کے اعتراضات کے جوابات دینے پر توانائیاں صرف کرنے کی بجائے اسلامی علوم کے اصول ومبادی اور ان کے آغاز وارتقا کو منقح کر کے منظر عام پر لایا جائے تا کہ بہت سارے اعتراضات واشکالات وجود ہی نہ پا سکیں۔

ضرورت اِس امر کی ہے کہ اِس وقیع علمی کام کو اسلامی دنیا کی جامعات میں نصاب کا حصہ بنایا جائے تا کہ طلبہ اور طالبات فقہ اسلامی کے آغاز وارتقاء سے متعلّق حقائق سے آشنا ہو سکیں۔

حواشی

۱۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد، امام ابوحنیفہ کی تدوین قانونِ اسلامی، کراچی، اُردو اکیڈمی سندھ، طبع پنجم، ۱۹۶۵۔

۲۔ السباعی، محمد مصطفیٰ، السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، بیروت، دارالوراق، ل۔ت۔

3. Azami, Musatfa, On Schacht's Origin of Muhammadan Jurisprudence, Lahore, Suhail Academy, 2004.

۴۔ احمد عبدالحمید غراب، رویۃ الاسلامیۃ للاستشراق، الریاض، دارالاصالۃ للثقافۃ والنشر والاعلام، ۱۹۸۸۔

5. Ansari, Zafar Ishaq, The Early Development of Fiqh in Kufah (Doctoral Thesis, Mcgill University, 1966)
6. Ahamd Hasan, The Early Development of Islamic Jurisprudence, Islamabad, Islamic Research Institute Prees, 1970.
7. Ibid, p.28.
8. Ibid
9. Ibid, p.29
10. Ibid
11. Ibid
12. Ibid
13. Ibid, p.43
14. Ibid
15. Ibid, p.45-46
16. Ibid
17. Ibid, p.86
18. Ibid, p.89-90
19. Ibid, p.88
20. Ibid
21. Ibid, p.89
22. Ibid, p.90
23. Ibid, p.159-160
24. Ibid
25. Ibid, p.160-161
26. Ibid, p.135
27. Ibid, p.135-136
28. Ibid, p.3